گلوبلائزیشن: تعارف،محرکات اورمقاصد

Globalization: Introduction, Causes and Objectives

☆ پروفیسرڈاکٹردوست محمدخان

ABSTRACT

The humanity witnesses a strange international phenomenon called the Globalization which endeavors to make an intellectual unification in the sphere of norms -- education, social, economic and politics. This carries a strong challenge for the Muslim societies across the world. Through a focus on the educational, cultural, economical and politiiclal spheres and to employ the devices of communication -- media and the internet. The world has shrunk into a small village which is diminishing the geographical, historical, political and educational boundaries. The world is undergoing the transition in materialistic and educational values and principles which are not accorded as per the Islamic values. Through media and interactive modes of communication. Hence, it becomes necessary to examine all aspects of this subject to be on a firm position of this transformation to preserve and safeguard our Muslim identity. In this context, the concept of globalization by Muslim and western scholars and its impact on globalization are discussed along with some proposals in order to cope with the negative effects of globalization in the Muslim societies.

یہ زمین جسے عربی زبان میں کرۂ ارض کہتے ہیں انگریزی میں گلوب(Globe) بھی کہلاتی ہے۔اسی لفظ گلوب سے آج کی مشہور اصطلاح گلوبلائزیشن وجود میں آئی ہے۔گلوبلائزیشن کواردو میں عالمگیریت کے نام

☆ ڈائریکٹر،شیخ زاید اسلامک سنٹر،پشاور یونیورسٹی۔

سے تعبیر کیا گیا ہے۔ عالمگیر اور جہانگیر جیسے الفاظ اور ناموں میں بھی آج کی گلوبلائزیشن کے معانی اور خواہشات کا اظہار صاف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اس زمانے میں جب مواصلات کے ذرائع محدود ہونے کی بناء پر کرۂ ارض مختلف خطوں، منطقوں اور علاقوں میں تقسیم تھا اور وہاں کے رہنے والے اپنے اردگرد کے ماحول اور دنیا ہی کو کنویں کے مینڈک کی مانند کل دنیا سمجھتے تھے، شاید عالمگیریت اور گلوبلائزیشن کا موجودہ تصور تھا اور نہ ضرورت، یہی وجہ تھی کہ اقوام کا میلاپ واختلاط بہت کم تھا البتہ قریبی اور ہمسایہ اقوام کے درمیان زر، زمین کے جھگڑوں اور لڑائیوں کے نتیجے میں ایک دوسرے کے علاقوں پر قبضہ کی داستان شاید قابیل کی دست درازی کے ساتھ ہی شروع ہوگئی تھی۔ لیکن موجودہ صورت اور کیفیت میں عالمگیریت کی ابتداء سے لے کر آج تک کی تاریخ میں اس کے رشتے ناتے حضرت انسان کے حرص وہوس کے ساتھ ملتے ہیں اور اسی بناء پر تاریخ میں وقتاً فوقتاً انسان نے مختلف قسم کے خوش نما ناموں سے فطرت سے بغاوت کرتے ہوئے اپنے ان جذباتِ نفس کی تسکین وتکمیل کے لئے ساری دنیا کو اپنی چراگاہ بنانے کی کوششیں کی ہیں۔

لیکن گلوبلائزیشن (عالمگیریت) اور ورلڈ آرڈر وغیرہ کی اصطلاحات مغرب کی طرف سے پہلی بار امریکہ اور اشتراکی روس کے درمیان سرد جنگ کے خاتمے پر منظر عام پر آئیں۔ ورلڈ آرڈر کی اصطلاح امریکی صدر سینئر جارج بش نے سرد جنگ کی خاتمے پر خصوصی طور پر متعارف کرائی۔ اس طرح ورلڈ آرڈر، نیو ورلڈ آرڈر اور اس سے پہلے انٹرنیشنل آرڈر کے نام سے یہ اصطلاح اپنے خفیہ و پوشیدہ مقاصد کے ساتھ امریکہ کے تھنک ٹینکس کے ایوانوں میں مختلف شکلیں اختیار کرتی رہی ہیں اور بہت سارے مراحل سے گزر کر موجودہ صورت میں تشکیل پذیر ہوئی ہے۔

گلوبلائزیشن کی تعریف:

گلوبلائزیشن جسے عربی زبان میں ''العولمۃ'' کا نام دیا گیا ہے، یہ دراصل ''العالمیۃ'' یا ''العالم'' سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ کسی چیز کو وسیع کرنا اور اس کے دائرۂ عمل کو بڑھانا ہوتا ہے۔

webster ڈکشنری میں گلوبلائزیشن کی جو تعریف کی گئی ہے اس کے مطابق کسی بھی چیز کا عالمی حیثیت اختیار کرنا گلوبلائزیشن ہے۔[1]

تاہم اصطلاح میں گلوبلائزیشن کی تعریف کے حوالے سے خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ گلوبلائزیشن سے متعلق مفکرین کے متناقض آراء ہیں۔ مختلف طبقہ ہائے فکر سے تعلق رکھنے والے

حضرات اپنے اپنے انداز میں گلوبلائزیشن کی تعریف کرتے ہیں، دراصل اس موضوع پر رائے زنی کرنے والوں کی مثال ان پانچ اندھوں سے زیادہ مختلف نہیں ہے جنہوں نے ہاتھی کو مختلف جہات سے چھونے کے بعد اس کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ اقتصادی ماہرین گلوبلائزیشن کی تعریف میں اقتصادی پہلو کو اہمیت دیتے ہیں۔ سیاسی ماہرین سیاسی پہلو کو تعریف کا محور قرار دیتے ہیں۔ اور اسی طرح مذہبی حلقوں میں اس کے نظریاتی پہلو کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ اختلاف کی یہ فضا اتنی وسیع ہے کہ اب تک ان حضرات میں بھی اس کی ایک جامع تعریف پر اتفاق نہیں ہوا جو دراصل گلوبلائزیشن کے بانی تصور کئے جاتے ہیں۔ مشہور مغربی مفکر Aart Scholte لکھتے ہیں:

Globalaization is a term in heavy current usage, but one whose meaning remains obscure, often among those who invoke it. Actualy it is a result of large public spread across the world as one of the defining terms of late twentieth century social consciousness.(۲)

ورلڈ بنک کی طرف سے گلوبلائزیشن کی جو تعریف کی گئی ہے اس کے مطابق مصنوعات اور سروسز کی کثرت اور ان کی ورائٹی نیز رأس المال کا بہاؤ اور ٹیکنالوجی کی بے پناہ ترقی کے نتیجے میں مختلف ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون کا بڑھنا گلوبلائزیشن ہے۔(۳)

ممتاز سکالر علامہ یوسف قرضاوی گلوبلائزیشن کو استعمار کی ایک نئی شکل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

العولمة فی حقیقتها وأهدافها وطرائقها الیوم انما هی الاستعمار بلون جدید وهی بعبارة صریحة أمركة العالم"(۴)

عمومی طور پر تمام مفکرین نے گلوبلائزیشن کے وجودی پہلو کو مدنظر رکھا ہے، تاہم بعض اس کے عدمی پہلو کو بھی موضوع سخن بنایا ہے، اور گلوبلائزیشن کے نام کے کسی چیز کے وجود میں اپنے شک کا اظہار کیا ہے، اس کی ایک مثال James Rosenau ہیں، وہ کہتے ہیں:

The term is distinguished more by what it is not than what it is, for me the Globlaization is not the same as Globalism, which points to aspirations for end state of affairs wherein values shared by or pertinent

to all the world's five billion people, their enviroment , thier roles as citizens, consumers or procedusers with an interest in collective action designed to solve common problems. Nor is it universalism - values which embrace all humanity, hypothetically or actually".(۵)

McGrew کا خیال ہے کہ گلوبلائزیشن دراصل مختلف مما لک کے درمیان قربت اور رابطوں کے بڑھاؤ کا نتیجہ ہے، جہاں پر یقیناً ایک ملک میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا اثر دوسرے ملک کے افراد پر ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

Multiplicity of linkages and interconnections that transcend the nation state (and by implicaiton the societies) which make up the modern world system define a process through which events, decisions and activities in one part of the world can come to have a significant consquence for individuals and communities in quit distant part of the globe'(٦)

Philip G. Cerny خالص اقتصادی پہلو کو اہمیت دیتے ہوئے صرف مصنوعات اور پیداوار میں بہتری اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونی والی اقتصادی سرگرمیوں کو گلوبلائزیشن کا شاخسانہ قرار دیتے ہیں۔

Globalization is defined here as a set of economic and poltical structures and processes deriving from the changing character of the goods and assests that comprise the base of international political economy- in particular- the increasing structural differentiation of those goods and assests".(٧)

مشہور امریکی مفکر Francis Fukuyama نے جدید ٹیکنالوجی کے سبب سرمائے کی فراوانی اور اس کے نتیجے میں جنم لینے والے انسانی ضروریات وخواہشات کو گلوبلائزیشن کا محور قرار دیا ہے کیونکہ یہی وہ چیز ہے جس نے تمام انسانوں میں باوجود ان کے اطوار واقدار کے اختلاف کے ایک قسم کی یکسانیت پیدا کردی ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

Technology makes possible the limitless accumulation of wealth, and thus the satisfaction of an ever -expending set of human desire. This process guarantees an increasing homogenization of all human societies, regardless of their historical origins or cultural inheritances.(۸)

مشہور اسلامی مفکر عبداللہ ترکی گلوبلائزیشن کو امریکی اور مغربی تسلط کا عالمی پروگرام قرار دیتے ہیں۔

تعنی العولمة الهيمنة والعنصرية وفرض ذوبان ثقافة الآخرين فى الثقافة الغربية بصفة عامة وامريكا بصفة خاصة ـ(۹)

گلوبلائزیشن کی ابتداء:

سکندر اعظم کے دور میں یونانیوں کی فتوحات شاید گلوبلائزیشن اور عالمگیریت کی وہ پہلی منظّم کوشش ہو جس کے ذریعے مشرق کا مغرب کے ساتھ آمنا سامنا ہوا۔ اس طرح گویا دنیا کے دو بڑے حصوں کا اپنی تہذیب وثقافت، آلات وذرائع حرب ودفاع، لباس وخوراک زبان واعلام الغرض سارے حوالوں سے ایک نئی دنیا وجود میں آئی جس کا ذکر آج بھی تاریخی حوالوں کے طور پر ہوتا رہتا ہے۔

اس کے علاوہ دنیا کے دیگر مختلف حصوں کے فاتحین، سیاح اور ملاح وغیرہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے اپنے اغراض ومقاصد کے لئے دنیا کے ایک کونے کو دوسرے سے ملانے کی کوششیں کی ہیں جن میں کرسٹوفر کولمبس کا ہندوستان کی دریافت کے لئے نکل کر امریکہ کی مقامی اور اصلی آبادی کو ''ریڈ اینڈینز'' کا نام دینے کو بھی گلوبلائزیشن کے ذیل میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ پھر مغرب بالخصوص برطانیہ، ہالینڈ، پرتگال، فرانس، جرمنی اور روس نے جس انداز سے دنیا میں دراندازی کی اس کو بھی اس لحاظ سے عالمگیریت کا حصہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

آخری عشروں میں امریکہ کو دنیا پر اپنا تسلط قائم کرنے کا نشہ چڑھا۔ چنانچہ امریکی حکومت نے اقوام عالم پر اپنا فوجی وسیاسی نفوذ قائم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہونے دیا۔ امریکہ میں ایسے مفکرین اور فلاسفر سامنے آئے جنہوں نے امریکہ کے توسیع پسندانہ سرگرمیوں کی بھرپور حوصلہ افزائی کی۔ چنانچہ کئی امریکی

صدور نے برملا طور پر اپنی اس خواہش کا اظہار بھی کیا۔ عراق پر لشکر کشی کے وقت امریکی صدر جارج بش سینئر نے امریکی عوام کو اعتماد میں لیتے ہوئے جس نئی صبح کی نوید سنائی اور نئے دور کا تذکرہ کیا۔ وہ یقیناً گلوبلائزیشن اور دنیا پر اپنا تسلط جمانے کا غماز تھا۔ موصوف نے کہا کہ نیو ورلڈ آرڈر کا مقصد یہ نہیں ہے کہ خدانخواستہ ہم اپنے مفادات سے دستبردار ہو رہے ہیں بلکہ یہ ہماری کامیابیوں کے نتیجے میں ہم پر آپڑنے والی ذمہ داری ہے۔(۱۰) یہی وجہ ہے کہ بعض مؤرخین گلوبلائزیشن کو گزشتہ صدی کے نصفِ اخیر کی پیداوار قرار دیتے ہیں اور یہی وہ زمانہ تھا جس میں سوویت یونین کے سقوط کے بعد امریکہ کو دنیا میں اپنی بالادستی قائم کرنے کا فری ہینڈ مل گیا تھا(۱۱)۔

آج امریکہ کی جو خارجہ پالیسیاں ہیں، طرز اور طریقۂ کار کے اختلاف یا تبدیلی کے ساتھ تقریباً اس وقت انہی قوتوں کے پیش نظر تھے جو دنیا پر اپنے پنجے گاڑنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اس موقع پر یہ ضروری ہے کہ ہم جدید گلوبلائزیشن کے چند محرکات کا تذکرہ کریں۔

گلوبلائزیشن کے محرکات:

اکیسویں صدی کے پچھلے عشرے میں سائنسی ایجادات وانکشافات کے زور پر ساری دنیا میں معاشی، سیاسی، معاشرتی اور زندگی کے دیگر بہت سارے شعبوں میں اتنی حیرت انگیز تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں جس کا پہلے مشاہدہ تو درکنار کبھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سائنسی ترقی کی رو سے سب سے زیادہ ترقی ذرائع ابلاغ اور حمل ونقل کے میدانوں میں ہوئی اور اس کی ذریعے دنیا سکڑ کر واقعی ایک عالمگیر گاؤں کی صورت اختیار کر گئی۔ ذرائع ابلاغ کی بے پناہ ترقی نے اقوام اور ممالک کے درمیان معاشیات اور تجارت کے میدانوں میں ایک انقلاب برپا کر کے کرۂ ارض کے ممالک کے درمیان جغرافیائی حدود کے تصور کو ایک طرح سے ختم کر کے رکھ دیا۔ اس کی عملی صورت یورپی یونین کے ممالک ہیں جو کبھی ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے اور آج ایک کرنسی اور جغرافیائی حدود کی روک ٹوک کے بغیر ایک دوسرے کی ترقی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ کرہ ارض کے اقوام وممالک کے درمیان اسی انقلاب اور انتظام وانصرام کو عام طور پر گلوبلائزیشن کا نام دیا گیا ہے۔

جدید عالمگیریت کی ترویج میں بنیادی طور پر تین عناصر کارفرما ہیں جنہیں ہم سیاسی عنصر، اقتصادی عنصر اور ٹیکنالوجی کا عنصر کہہ سکتے ہیں۔

سیاسی عنصر:

سوشلزم کے عسکری، سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں سقوط نے سرمایہ درانہ نظام کو اپنے افکار کی ترویج کا بھرپور موقع عطا کیا۔ چنانچہ امریکہ اور یورپ نے کیپٹلزم کو مکمل آزادی کے ساتھ پوری دنیا کے لیے متبادل نظام کے طور پر روشناس کرایا۔ امریکہ اور مغربی ممالک آزادانہ تجارت اور فری مارکیٹ کے اصولوں پر مبنی اقتصادی نظام کو ورلڈ بنک اور آئی۔ ایم۔ ایف جیسے عالمی مالیاتی اداروں کے ذریعے پوری دنیا پر لاگو کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور یہی ادارے دراصل گلوبلائزیشن کے روح رواں کے طور پر جانے جاتے ہیں۔

اقتصادی عنصر:

معاہدہ اوسلو کے تحت ۱۹۹۵ء میں ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کا قیام عمل میں آیا اور یوں ۱۹۹۸ء میں تمام ممالک نے آزاد تجارت کے معاہدے پر دستخط کر لیے۔ چونکہ آزاد تجارت کے نتیجے میں سرمائے کا بہاؤ صنعتی ممالک کی طرف ہو گیا، جس کے نتیجے میں بڑی بڑی تجارتی اور صنعتی کمپنیاں وجود میں آئیں اور یہی کمپنیاں بعد میں گلوبلائزیشن کے اصل محرک بن گئے۔[۱۲]

انفارمیشن ٹیکنالوجی کا عنصر:

ماضی میں اہل روم ویونان کے علاوہ مسلمانوں اور پھر انگریزوں نے اگرچہ عسکری اور اقتصادی لحاظ سے دنیا کو کسی حد تک زیر نگین کر لیا تھا، البتہ اس وقت ذرائع ابلاغ اور مواصلات کا نظام اتنا مربوط نہیں تھا۔ اس وجہ سے اس دور میں گلوبلائزیشن کا عمل کافی سست تھا لیکن موجودہ دور چونکہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کا دور ہے اس وجہ سے گلوبلائزیشن کا عمل تاریخ میں کسی بھی وقت سے زیادہ تیزی سے پروان چڑھ رہا ہے۔[۱۳]

یہاں پر ہم چند اداروں کا قدرے تفصیل سے تعارف پیش کرتے ہیں جو گلوبلائزیشن کے کاز کو آگے بڑھا رہے ہیں:

آئی۔ ایم۔ ایف (I.M.F):

1944ء میں امریکی شہر بریٹن ووڈز میں فارن کرنسی سے متعلق پالیسی سازی کے لیے ایک کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جو بریٹن ووڈز کانفرنس کے نام سے معروف ہے۔ اس کانفرنس کا بنیادی مقصد فارن کرنسی کا استحکام

اور اس مقصد کے لیے غریب ممالک کو قرضوں کی فراہمی تھی۔ اب چونکہ اس کانفرنس کی رو سے بننے والے معاہدے کے زیادہ تر ممبر ممالک ترقی پزیر تھے، اس وجہ سے آئی۔ ایم۔ ایف امیر اور غریب ممالک کے درمیان عدل وانصاف پر مبنی نظام کے قیام میں بری طرح ناکام ہوگیا۔ اور اس طرح ترقی یافتہ ممالک کو یہ موقع مل گیا کہ غریب ممالک کو قرضوں کے جال میں پھنسا کر ان پر اپنا سیاسی تسلط قائم کریں۔ (۱۴)

آئی۔ ایم۔ ایف پر سب سے زیادہ اثر ورسوخ رکھنے والا ملک اس وقت امریکہ ہے، جو اس ادارے کے تقریباً ۲۰ فیصد حصص کا مالک ہے اور ۲۰ فیصد ووٹوں کے ساتھ آئی۔ ایم۔ ایف کے کسی بھی قرارداد کو ویٹو کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ برطانیہ 6.6 فیصد ووٹوں کے ساتھ دوسرے، جرمنی 5.6 ووٹوں کے ساتھ تیسرے، فرانس 4.8 ووٹوں کے ساتھ چوتھے اور جاپان 4.5 فیصد ووٹوں کے ساتھ پانچویں نمبر پر ہے۔ یوں صرف پانچ ممالک 41 فیصد ووٹوں کے ساتھ اس ادارے پر اپنی اجارہ داری چلا رہے ہیں۔

ورلڈ بنک (World Bank):

ترقی پزیر ممالک کی امداد اور دوسرے جنگ عظیم کے بعد تعمیر نو کے کام کو آگے بڑھانے کی غرض سے ۱۹۴۴ء میں منعقدہ بریٹن ووڈز کانفرنس کی ایک اور قرارداد کی روشنی میں ورلڈ بنک کا قیام عمل میں آیا۔ بدقسمتی سے آئی۔ ایم۔ ایف کی طرح اس ادارے پر بھی مغرب کی اجارہ داری قائم ہوگئی۔ اور مذکورہ بالا پانچ ممالک ۴۳ فیصد ووٹوں کے مالک بن گئے۔ علاوہ ازیں اس ادارے پر مزید گل کاری یہ ہے کہ اس کے سربراہ کے لیے اب بھی یہ ضروری ہے کہ وہ امریکی النسل ہو۔ اب یہ ادارہ قرضہ صرف ان ممالک کو دیتا ہے جو مغرب کی پالیسیوں پر چلے اور گلوبلائزیشن کے عمل میں ہاتھ بٹائے۔ (۱۵)

عالمی تجارتی تنظیم (W.T.O):

۱۵ اپریل ۱۹۹۴ء کو مراکش میں منعقدہ عالمی وزرائے خارجہ کانفرنس کی ایک متفقہ قرارداد کی روشنی میں ڈبلیو۔ ٹی۔ او کا قیام عمل میں آیا۔ اور یوں اس تنظیم نے GATT (General Agreement for Trade & Taxes) کی جگہ لے لی۔ اس کے قیام کا بنیادی مقصد اگرچہ آزاد تجارت کے لئے راستہ ہموار کرنا تھا۔ لیکن کچھ عرصے بعد اس ادارے کے خلاف بھی ترقی پزیر ممالک کی شکایات بڑھتی چلی گئیں اور اس تنظیم کے ساتھ بھی وہی ہوا جو ہونا تھا۔ ترقی یافتہ ممالک کے لیے تمام منڈیوں کے دروازے کھول دئے گئے اور یوں وہ

زیادہ آزادی کے ساتھ غریب ممالک میں اپنے مصنوعات کے ڈھیر لگانا شروع کر دیئے۔(۱۶)

ملٹی نیشنل کمپنیاں (Multinational Companies):

ملٹی نیشنل کمپنیوں سے مراد وہ ضخیم تجارتی کمپنیاں ہیں جن کے دنیا بھر میں لاتعداد پیداواری مراکز ہیں۔ان کمپنیوں کو میزبان ملک کی شہریت حاصل ہوتی ہے، اور یہ کمپنیاں دنیا بھر میں خام مال، سستی افرادی قوت اور ٹیکس ریلیف کے چکروں میں رہتی ہیں۔

ملٹی نیشنل کمپنیاں گلوبلائزیشن کی ترویج میں انتہائی فعال کردار ادا کر رہی ہیں۔مغربی طاقتیں مختلف ممالک کے اقتصادی وسائل پر کنٹرول اور ان کی ثقافتی اور مذہبی اقدار کو مسخ کرنے کے لیے ان کمپنیوں کا سہارا لیتی ہیں۔

دنیا میں پھیلی ہوئے تقریباً ۶۱ ہزار کے لگ بھگ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے حجم، جغرافی وسعت اور تجارتی سرگرمیوں کا اندازہ لگانے میں اکثر اقتصادی ماہرین کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑ چکا ہے۔ان کمپنیوں میں نصف کا مالک اکیلا امریکہ ہے اور باقی ماندہ پر دوسرے مغربی طاقتوں کا قبضہ ہے(۱۷)۔ملٹی نیشنل کمپنیوں کی سرگرمیاں عموماً چار اہم تجارتی سیکٹرز یعنی پٹرول، آٹو موٹر، ٹیکنالوجی اور بنک سیکٹر کے اردگرد گھومتی ہیں۔ چنانچہ ان تمام اہم شعبوں پر ان کی بالادستی قائم ہو چکی ہے۔(۱۸)

ان کمپنیوں کا خطرناک طریقہ واردات یہ ہے کہ یہ ترقی پزیر ممالک کے اقتصادی وسائل (جو خام مال کی شکل میں ہے) صنعتی ممالک منتقل کرتی ہیں۔ چنانچہ یہی خام مال مصنوعات کی شکل میں انتہائی مہنگے داموں واپس ترقی پزیر ممالک کو برآمد ہوتا ہے۔(۱۹)

علاوہ ازیں! ملٹی نیشنل کمپنیاں مختلف ممالک کے سیاسی معاملات میں مداخلت کرتی ہیں، خارجہ پالیسی خصوصاً ملک کی تجارتی پالیسیوں پر اثر انداز ہوتی ہیں جس کے نتیجے میں آج دنیا میں کئی ممالک ایسے ہیں جہاں پر حکومتیں برائے نام ہو کر رہ گئی ہیں اور وہاں پر مملکت کا انتظام وانصرام ان کمپنیوں کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔(۲۰)۔

این۔جی۔اوز (NGOs):

گلوبلائزیشن کے عمل کے نتیجے میں چونکہ مقامی حکومتوں کی حیثیت محدود ہو کر رہ گئی اور اس کے نتیجے

میں بھوک، افلاس، بے روزگاری، آلودگی وغیرہ جیسے مسائل پیدا ہو گئے۔ تو بعض خیراتی ادارے مقامی حکومتوں کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے معرض وجود میں آئے۔ جو کہ خالصتاً غیر منافع بخش ادارے تھے۔ رفتہ رفتہ ان خیراتی اداروں کا جال پھیلتا گیا اور بہت سے مغربی خیراتی ادارے ترقی پزیر ممالک میں پھیل گئے۔ چنانچہ یہ ادارے بھی آہستہ آہستہ مغربی اقدار اور گلوبلائزیشن کے پرچار کا باعث بن گئے۔ (۲۲)

گلوبلائزیشن کے اہداف و مقاصد:

گلوبلائزیشن کے اہداف و مقاصد کو عموماً دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ جن میں سے بعض کو ہم ظاہری اہداف اور بعض کو مخفی اہداف کہہ سکتے ہیں۔

گلوبلائزیشن کے ظاہری اہداف:

۱۔ عالمی تجارت کی اوسط حجم کو بڑھانا تا کہ عالمی اقتصاد مستحکم ہو۔

۲۔ رأس المال اور پیداوار کی بڑھوتری کے لئے عالمی سطح پر تجارت کا فروغ

۳۔ اقتصادی مسائل مثلاً بھوک، افلاس، بے روزگاری اور آلودگی وغیرہ کا پائیدار حل

۴۔ دنیا بھر میں ماحولیاتی اور جنگلاتی تحفظ کا انتظام وغیرہ

گلوبلائزیشن کے مخفی اہداف:

۱۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں اور عالمی مالیاتی اداروں کی توسط سے امریکہ اور اہل مغرب کا عالمی اقتصادی سرگرمیوں پر کنٹرول کے لیے جدوجہد۔

۲۔ عالمی مارکیٹ پر اجارہ داری برقرار رکھنے کی غرض سے ترقی پزیر ممالک کی تجارتی پالیسیوں میں مداخلت اور ان کو زیر نگین کرنا۔

۳۔ دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کرنا جن میں ایک طرف تو وہ ممالک ہوں جو مصنوعات تیار کریں اور دوسری طرف وہ ترقی پزیر ممالک جو ان مصنوعات کا مصرف ہوں۔

۴۔ مذہب، قومیت اور وطن سے الگ کر کے مختلف اقوام کو عالمی نظام کے ساتھ جوڑنا تا کہ مذہب اور ثقافتی اقدار کی حیثیت ختم ہو کر رہ جائے۔ اور پوری دنیا میں صرف مغربی ثقافت اور اصولوں کا راج ہو (۲۳)۔

گلوبلائزیشن کے اثرات:

۱۔ اقوام عالم خصوصاً مسلمان معاشروں میں گلوبلائزیشن کے خطرناک اثرات رونما ہورہے ہیں۔ گلوبلائزیشن کے عمل کے نتیجے میں مغربی زبانوں خصوصا انگریزی اور فرانسیسی کو تقویت مل رہی ہے۔ اس وجہ سے زبان جو کسی بھی قوم کی پہچان اور ان کی ثقافت کا بنیادی عنصر ہوتا ہے بری حد تک متاثر ہورہی ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اس وقت انٹرنیٹ پر نشر ہونے والا ۸۸ فیصد مواد صرف انگریزی زبان میں ہے۔ اس کے علاوہ ۹ فیصد مواد جرمن، ۲ فیصد فرانسیسی اور ۱ فیصد دنیا کے باقی زبانوں میں نشر ہوتا ہے۔ دوسری طرف چونکہ مغرب میں میڈیا کو شتر بے مہار کی آزادی حاصل ہے، اس وجہ سے میڈیا خصوصا انٹرنیٹ پر تشدد اور جنس پر مبنی فحش تصاویر، ویڈیوز اور لٹریچر کی اشاعت کی وجہ سے مذہبی اور ثقافتی اقدار بے پناہ حد تک متاثر ہورہے ہیں، علاوہ ازیں ذرائع ابلاغ پر مغربی کلچر کی پرچار سے لباس، کھانے پینے اور رہن سہن وغیرہ کے اطوار میں خصوصاً مسلم معاشروں میں مغرب کی تقلید بڑھ رہی ہے۔ (۲۴)

۲۔ گلوبلائزیشن کے عمل کے نتیجے میں دولت چند افراد کے ہاتھ میں سمٹتی جارہی ہے، جس سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جارہا ہے۔ چنانچہ اس وقت دنیا میں باوجود علمی وسائنسی ترقی کے دنیا کی اکثر آبادی غربت اور افلاس کی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔

۳۔ گلوبلائزیشن کے اصولوں کے مطابق چونکہ فرد کی آزادی پر زور دیا جاتا ہے، اس وجہ سے اسلامی معاشرہ بھی مادر پدر آزاد ہوکر تفلک کا شکار ہوچکا ہے، مثلاً والدین کا بچوں سے تعلق جو انتہائی مقدس اور اہم رشتہ ہے رسمی سا بن کررہ گیا ہے۔ اور والدین کا کردار تربیت کے حوالے سے محدود ہوکر رہ گیا ہے، جس کے نتیجے میں بچے مختلف قسم کی سرگرمیوں میں ملوث ہوجاتے ہیں اور اسلامی معاشروں میں جرائم کی شرح کافی حد تک بڑھ گئی ہے۔

جدید گلوبلائزیشن اور اسلام کی ہمہ گیری:

تاریخی تناظر میں عالمگیریت کا جائزہ دو حوالوں سے لیا جاسکتا ہے۔ ایک اسلامی نقطۂ نظر سے اور دوسرا مغربی نقطۂ نظر سے۔ پہلے اسلامی نقطۂ نظر کی بات کرتے ہیں۔ خاتم الانبیاء والمرسلین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ جہاں دوسرے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام جو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے، خاص خاص علاقوں، بستیوں، ملکوں یا قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے وہاں آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے کرۂ عرض کے تمام انسانوں کی طرف بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمایا جیسا کہ سورۂ سبا میں ارشاد ہوا ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيراً وَنَذِيراً وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ"(۲۶)

ترجمہ" (اے نبیؐ) ہم نے آپؐ کو تمام انسانوں کے لئے بشیر (خوشخبری دینے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو اجتماعی فطرت پر پیدا فرمایا: چنانچہ ہر انسان فطری طور پر globalized ہے۔ انسان جو بھی ہو اور جہاں بھی ہو بالآخر وہ انسان ہی ہے۔ دنیا کے ایک کونے میں بسنے والے انسان کے وہی احساسات وخیالات ہوتے ہیں۔ جو دنیا کے دوسرے کونے میں رہنے والے کے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ المؤمن آلف مألوف کہ مسلمان کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ محبت کرے اور دوسرے بھی ان سے محبت کریں۔ چنانچہ اسلام عدل وانصاف پر مبنی عالمی تعلقات اور گلوبلائزیشن کے عمل کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کی طرف برملا دعوت بھی دیتا ہے۔ قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیت کو تو ذرا دیکھئے۔ جس میں صریح طور پر اسلامی عالمگیریت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ(۲۷)۔ کہ (اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔ البتہ گلوبلائزیشن کے حوالے سے اسلامی نقطہ نظر مغرب سے مختلف اس وجہ سے ہے کہ اسلام گلوبلائزیشن کی بنیاد نفس انسان اور انسانی اقدار کو قرار دیتا ہے۔ دوسری طرف مغرب کے ہاں مادہ اور خواہش نفس گلوبلائزیشن کا بنیادی فلسفہ ہے۔ چنانچہ اسلام میں ایک انسان کا دوسرے انسان سے میل میلاپ کے قوانین کا مرجع اللہ تبارک وتعالی کی ذات ہے۔ یقیناً اس globe کی اصل حاکمیت اس ذات کے لئے ہونی چاہئے۔ جس نے اسے اور اس میں بسنے والے تمام انسانوں اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔

مزید برآں اسلام کا فلسفہ عالمگیریت عدل وانصاف پر مبنی ہے۔ کیونکہ اسلامی نقطہ نگاہ سے انسان من حیث الانسان مساوی حقوق کا حق دار ہے۔ اسلام کسی بھی معاشرے کے فرد کو جینے اور اپنی زندگی سے لطف اندوز ہونے کے تمام حقوق عطا کرتا ہے بشرطیکہ اس میں کسی دوسرے انسان کا استحصال نہ ہو۔ اور چونکہ اسلام بغیر کسی لسانی، عرفی اور مذہبی تمیز کے انسان کو اشرف المخلوقات تصور کرتا ہے۔ اس لیے تمام ادیان واقوام کے لوگ انسان

کی نظر میں یکساں طور پر محترم ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اسلامی عالمگیریت اپنے مرجع اور مصدر کے اعتبار سے ربانی ہے۔ اس لئے یہ تمام عالم اور تمام انسانوں کے لئے پائیدار نظام ہے جبکہ گلوبلائزیشن کا مرجع خالص انسانی سوچ ہے اور وضعی قانون پر اس کا مدار ہے۔ اور چونکہ انسان کا علم محدود ہے اس وجہ سے گلوبلائزیشن پر مبنی عالمی نظام یقیناً دنیا کے لیے ناپائیدار ہے۔ اور پوری دنیا کے لیے کئی ایک مسائل کو جنم دے رہا ہے۔

گلوبلائزیشن کے منفی اثرات سے بچاؤ:

گلوبلائزیشن کے منفی اثرات سے اس امت کو بچانے کا طریقہ یہی ہے کہ

۱۔ اسلامی تشخص اور اسلامی ثقافت کو اجاگر کیا جائے۔ اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ زندگی گزارنے کے لیے مکمل طور پر اسلامی ضابطہ حیات کو اپنایا جائے اور توحید پر قائم خالص اسلامی معاشرے میں امت کی تربیت کی جائے اور توحید کا احساس ہی ایک واحد ایسی چیز ہے جو مسلمان کا عزت نفس اور وقار بڑھاتا ہے اور مومن کا مورال بلند کرتا ہے۔ اور اس کے اندر کسی بھی ظاہری اور باطنی فتنے سے نمٹنے کے لیے جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی کے ارشاد کا مفہوم ہے۔ بے شک عزت اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مؤمنین کے لیے ہے۔ (۲۵)

۲۔ اسلامی نظام کی عالمگیریت، عدالت، ثقافت وتمدن اور اسلامی تاریخ کو مسلمانوں کے سامنے خوب اجاگر کیا جائے۔ تاکہ امت اپنی ثقافت وتمدن اور اسلام کی عالمگیریت کو سامنے رکھ کر مغربی افکار سے متاثر نہ ہو۔

۳۔ ایک ایسی اسلامی رفاہی مملکت کا قیام جو تمام دنیا کے لیے رول ماڈل ہو اور جو اس بات کا آئینہ دار ہو کہ انسان کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ انسانیت کے دائرے میں رہ کر بھی علمی، سیاسی، حربی اقتصادی اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں ترقی کرسکتا ہے اور کسی انسان کا استحصال کئے بغیر عدل وانصاف قائم کرسکتا ہے نیز فطری اصولوں کو برقرار رکھ کر دنیاوی ترقی کی منزلیں طے کرسکتا ہے۔

۴۔ اسلامی ممالک کے درمیان سیاسی، عسکری، اقتصادی اور ثقافتی تعلقات کو فروغ دیا جائے۔ تاکہ مادی اور افرادی ضروریات میں مسلمان کسی غیر کا محتاج ہی نہ ہو اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ لسانی، نسلی اور جغرافیائی حدود سے بالاتر ہو کر آپس میں اتحاد واتفاق کی فضا قائم کی جائے۔ اس اتحاد کے بغیر نہ ہم کسی فتنے کا مقابلہ کرسکتے ہیں اور نہ اللہ کی امانت جو ہمارے کندھوں پر ہے دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں۔

۵۔ اسلامی ثقافت کی حفاظت کی غرض سے اعلیٰ سرکاری محکموں مثلاً وزارتِ تعلیم، وزارت اطلاعات ونشریات اور وزارت مذہبی امور کے درمیان باہمی تعاون کو بڑھایا جائے، کیونکہ عالمی فتنے کا سدباب حکومتی اداروں کو باہم مربوط اور فعال بنا کر ہی کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی معاشرے میں رہنے والے تمام طبقات خصوصاً اقلیتوں، خواتین اور بچوں کو ان کے حقوق دیئے جائیں۔ کیونکہ عموماً مغربی اقوام اور این۔جی۔اوز وغیرہ ان طبقوں کے حقوق کا نعرہ لگا کر اسلامی معاشرے میں اپنے قدم جمانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۷۔ تعلیمی اداروں میں گلوبلائزیشن سے متعلق ایسے مواد شامل کئے جائیں جن میں گلوبلائزیشن کے مثبت اور منفی پہلو سے نئی نسل کو باخبر رکھا گیا ہو اور اسلامی ثقافت اور تاریخ وتمدن کو کما حقہ شامل کیا گیا ہو۔

حوالہ جات

۱۔ Webster New College Dictionary. 1991 , page - 521

۲۔ Jan Aart Scholte, "Globalisation and Modernity," Paper presented at the International Studies Association Convention, San Diego, 15-20 April 1995

۳۔ ڈاکٹر مانع بن حماد الجھنی۔لیکچر۔سیکنڈ سیکشن۔او۔آئی۔سی کانفرنس۔مالی ۱۴۱۹ھ

۴۔ الشیخ۔یوسف القرضاوی۔المسلمون والعولمۃ۔دارالنشر والتوزیع۔بیروت۔ص۔۴۔۱۹۹۸۔

۵۔ James Rosenau, "The Dynamics of Globalisation: Towards an Operational Formulation," San Diego, Paper presented at the International Studies Association Convention, San Diego, 18 April 1995.

۶۔ Anthony McGrew, "A Global Society" in Stuart Hall, David Held, and Anthony McGrew, Modernity and Its Futures(Cambridge: Polity Press, 1990).

۷۔ Philip G. Cerny, "Globalization and the Changing Logic of Collective Action," International Organization (4, autumn 1995): 596.

۸۔ Quotations from Francis Fukuyama, The End of History and the Last Man (New York: Free Press, 1992), xiv-xv

۹۔ الترکی ۔ عبد اللہ ۔ الحوار المبتغیٰ فی ظل العولمۃ ۔ مجلہ الرابطۃ ۔العدد۔ ۱۲۳۔ ۲۰۰۰م، ص۔ ۱۲

۱۰۔ ڈاکٹر شفیق المصری ۔ النظام العالمی الجدید ، ملامح ومخاطر ۔ دارالنشر والتوزیع ، بیروت ، ۲۰۰۵، ص ۔ ۱٦٦

۱۱۔ عمرو ۔ عبدالکریم ، العولمۃ عالم ثالث علیٰ ابواب قرن جدید۔ المکتبۃ السلفیہ ۔ القاھرہ۔ ۲۰۰٦م ۔ ص ۱۲۰

۱۲۔ اللاوندی، سعید ۔ مجلۃ حصاد الفکر ۔ بدائل العولمۃ ۔ العدد ۔ ۱۳۰،

۱۳۔ القاسم ، خالد بن عبداللہ ۔ العولمۃ واثرھا علی الھویۃ ۔ دار الکتب ۔ عمان ۔ ۲۰۰۳ء۔

۱۴۔ رجب ، مصطفی۔ العولمۃ ذالك الخطر القادم ۔ مؤسسۃ الوراق ۔ عمان ۔ص۔ ۵۱

۱۵۔ السید عاطف ، العولمۃ فی میزان الفکر۔ دراسۃ تحلیلیۃ۔ الاسکندریۃ۔ مطبعۃ الانتصار۔ ص۔ص۔ ۱۹تا ۲۰

۱٦۔ http// www.wtoarab.org/page.aspx?page_key.

۱۷۔ واجب ، مصطفی، العولمۃ ذالك الخطر القادم ۔مرجع سابق ۔ص ص۔ ۲۷ تا ۲۸۔

۱۸۔ الفتلاوی ، سھیل حسین، العولمۃ وآثارھا فی الوطن العربی ۔مکتبہ دار الفکر ۔ دمشق۔ ۱۹۹۹ء، ص۔ ۱۱۵

۲۰۔ عجیل ، ابراھیم حسن۔ الشرکات متعددۃ الجنسیۃ و سیادۃ الدول ۔ رسالۃ ماجستیر۔ http//www.ao.academy.org/docs/master_letter, 2007

۲۱۔ الملکانی ، دور الشرکات متعددۃ الجنسیات فی ظل العولمۃ۔ الحوار المتمدن۔ العدد۔ ۱۰۷٦۔ ۲۰۰۵ء http//www.ahewar.org/debat/show

۲۲۔ عبد الغفور ، سراج الدین ، منظمات المجتمع المدنی فی ظل العولمۃ۔/index/pup

http//www.islam4africa.net

۲۳۔ الرقب ۔ العولمة ۔ الجامعة الاسلامیه ۔ المدینة المنورة۔ مکتبة عثان۔ ۲۰۰۳ء ۔ ص۔ ۱۷٦۔

۲۴۔ صالح۔ ثناء محمد ، المضمون الثقافی للعولمة۔ مجلة النبا۔ العدد ۔ ۹۷۔ ۲۰۰۵ء

http//www.annaba.org/nabahome.

۲۵۔ المنافقون۔۸

۲۶۔ الانبیاء۔۱۰۷

۲۷۔ الاعراف۔۱۵۸